سیرت پاک ﷺ دعاؤں کی روشنی میں!

از: سعید الظفر رام پوری
شریک افتاء دارالعلوم دیوبند

انسانی تاریخ میں ساتویں صدی عیسوی ہمیشہ یاد رہے گی، کیونکہ اس زمانہ میں دنیا ایک عجیب وغریب انقلابی تحریک سے روشناس ہوئی تھی، عرف عام میں اس تحریک کو اسلامی تحریک کہا جاتا ہے اس کی ابتداء جزیرہ نمائے عرب کے ایک گمنام اور غیر تاریخی گوشے یعنی حجاز سے ہوئی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بیس پچیس سال کے اندر ہی یہ تحریک پورے مشرقِ وسطیٰ پر چھا گئی، جہاں اس کا ہدف پورا عالم تھا۔

اس تحریک کی ابتداء اسلام کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے ہوتی ہے اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں آپ کی سیرت مبارکہ کا بہت بڑا دخل ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی، اس کا ہر ہر گوشہ کامل اور لائق اتباع ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شخصیت کو ہمہ جہت بنایا تھا۔ تاریخی نقطۂ نظر سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- بعثت سے قبل کا دور۔
۲- مکی زندگی کا دور۔
۳- مدنی زندگی کا دور۔

یہ تینوں دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات پاک کو حاوی ہیں آپ کے اخلاق و عادات امانت و دیانت، کفار کے ساتھ معاملات، منافقین کے ساتھ نرمی، دین کی نشر واشاعت میں مصائب کا سامنا، آپ کی داخلی اور خارجی زندگی، ازواج مطہرات اور خدام کے ساتھ حسن سلوک غرض سیرت کا ہر رخ ان تین دوروں سے متعلق ہے لیکن ان کے علاوہ بھی سیرت کی تکمیل کے حوالہ سے ایک اہم شعبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں، ان کے تناظر میں بھی کافی

حد تک سیرت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تکمیل تو کی ہی تھی، خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار دعائیں کیں جن کو سیرت کی تکمیل میں بڑا دخل ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رب کائنات نے ان دعاؤں کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور آپ کو بالکل مجسمۂ عمل بنا دیا۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر بہت سی چیزوں کو اپنی بے مثال آخری کتاب قرآن میں جگہ دی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعاؤں کے تناظر میں بھی آپ کی پاک سیرت دیکھیں۔

عبدیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

احادیث کی مستند کتابوں میں بے شمار دعائیں منقول ہیں، انہی میں ایسی دعائیں بھی ہیں، کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو غلام اور بندہ سے تعبیر کیا۔ اللہ کے حضور ''عبدیت'' کا اظہار جابجا جھلکتا ہے، کہیں آپ اپنی عبدیت کو یوں جتاتے ہیں: اللّٰھم إني عبدك وابن عبدك وابن أمتك اور کہیں اللہ کے نیک بندوں میں شمولیت کے خواہاں ہیں، واجعلنا من عبادك الصالحين. غرض نبوت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیت ہی کو پیش نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کا یہ اظہار ''عبدیت'' اس قدر پسند آیا کہ اپنی کتاب میں اسی نام سے مختلف مقامات پر خطاب کیا اور یاد فرمایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے:

وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا .

اور بنی اسرائیل میں ہے: سبحان الذی اسری بعبده .

ان کے علاوہ متعدد مقامات پر لفظ ''عبد'' سے ہی یاد فرمایا ہے۔

تواضع:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا مجسمہ تواضع تھے، آپ سے بڑھ کر کوئی متواضع نہیں ہوسکتا اور ہو بھی کیوں سکتا ہے، آپ حبیب خدا تھے، رہتی دنیا تک آپ کو مثال انسانیت بنانا تھا۔ چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تواضع سے اپنے رب کے شکر گزاروں اور نعمت کے ثنا خوانوں میں شرکت کی درخواست ان الفاظ میں کرتے دیکھے جاتے ہیں:

واجعلنا شاكرين لنعمتك مثنين بها .

آپ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والی یہ دعا تو تواضع کا منتہا ہے۔

اللّٰهم اجعلني في عيني صغيرًا .

یہ الفاظ اس ذات گرامی کے ہیں جس کو دونوں جہاں کی سرداری عطا کی گئی، چنانچہ جب ہم ان دعاؤں کے تناظر میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہر قول وفعل میں ان دعاؤں کا رنگ نظر آتا ہے۔ قارئین کرام بھی اس رنگ کو ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری میں مذکور ہے کہ آپ کے ایک ناقہ کا نام ''عضبا'' تھا، کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور اس سے آگے بڑھ گیا، حضرات صحابہ کو یہ بہت ہی شاق گزرا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

ان حقا على الله عزو جل ان لا يرفع شيئاً من الدنيا إلا وضعه.

دنیا میں خدا کی یہی سنت ہے کہ کسی کو اٹھاتا ہے، تو اسے نیچے بھی دکھاتا ہے۔

بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو ''يا خير البرية'' (برترین خلق) کہہ کر پکارا۔ آپ نے فرمایا ذاك ابراهيم یہ شان تو ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت میں تواضع کی ایک یہ ادا بھی ملاحظہ ہو۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے، ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بوڑھے کو تکلیف کیوں دی، میں خود اُن کے پاس چلا جاتا۔ سیرت اور احادیث کی مستند کتابیں ایسے واقعات سے پُر ہیں، اگر اس سے آگے بڑھ کر یہ بات کہی جائے تو حق بجانب ہوگی کہ آپ کی ہر ہر ادا تواضع اور مسکنت کا لطیف سبق دیتی ہے، آپ ﷺ کی سیرت پر ایک نظر ڈالنے سے رات دن میں ان باتوں کا کثرت سے وجود ملتا ہے۔

۱- مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے

۲- ہمیشہ سلام میں پہل کرتے۔

۳- مصافحہ کیلئے خود پہلے ہاتھ پھیلاتے۔

۴- صحابہ کو کنیت سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی رواج تھا)

۵- کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔

۶- اگر نفل نماز میں ہوتے اور کوئی شخص آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے، اور اس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

۷- اکثر اوقات آپ متبسم رہتے۔

خوفِ خدا:

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معصوم تھے، آپ کا اگلا پچھلا سب معاف تھا، لیکن قربان ہو جائیں سرکار دو جہاں پر کہ مرضیٔ مولا کے بغیر آپ کا کوئی قول و فعل وجود میں نہیں آتا تھا، خوف خدا ہر وقت دامن گیر رہتا، رات ہو یا دن، سفر ہو کہ حضر، عبادات ہوں کہ معاملات غرض ہر جگہ آپ کی روحانی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو محسوس کرتی تھیں، اس پر مزید دعا کا یہ انداز نرالا ہے:

اللّٰهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول به بيننا و بين معاصيك.

روزِ قیامت میدانِ محشر میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے حوالہ سے خوفِ الٰہی کی یہ دعا بھی انفرادی شان رکھتی ہے: واجعلني ممّن يخاف مقامك .

آپ ﷺ کی سیرتِ پاک میں جا بجا ان دعاؤں کا اثر نمایاں ہے، آندھی کے آثار نمایاں ہوتے تو آپ لرزا اٹھتے، خوفِ خدا سے بدن کانپ جاتا، اور مسجد کی طرف دوڑتے، اللہ کے حضور روتے گڑگڑاتے کہ کہیں اللہ کا غضب نازل نہ ہو جائے، یہ تو نمونہ ہے آپ کے رجوع الی اللہ کا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی سیرت کا احاطہ کرنا مشکل ہے، اسی طرح اس باب میں بھی گفتگو مشکل ہے۔

زہد:

اسلام کے ابتدائی دور میں جب اہل اسلام پر کفار کے مظالم بڑھے، اور اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت ملی تو مالِ غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) آپ ﷺ کے لئے شریعت نے مقرر کیا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے فقر کو پسند کیا، آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے:

يا ربّ أجوع يوماً وأشبع يوماً.

یہ تو دعا تھی، اب عملی زندگی کے بھی چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی حضرت کا کنبہ پانی اور کھجور پر گذارا کرتا۔

۲- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ مدینہ تشریف لا کر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہؓ نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل لیا تھا۔

۴- آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ رہن تھی۔

صبر وحلم اور عفوو درگذر:

ان دعاؤں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبر وشکر کی توفیق مانگتے، اپنے اصحاب کو ہر پسندیدہ اور ناپسندیدہ موقع پر صبر وشکر کی وصیت فرماتے، چنانچہ اپنی مخصوص دعاؤں کے علاوہ صبر وشکر کی تبلیغ کی اور یہی فرماتے تھے:

علینا الشکر إذا أعطی، و الصبر إذا ابتلی.

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اہل مکہ جو ظلم وستم اس برگزیدہ ہستی پر کئے، اس کی مثال تاریخ کے صفحات میں موجود نہیں ہے، لیکن آپ نے کبھی صبر وحلم کا دامن نہیں چھوڑا، دوست ہو یا دشمن، عفو و درگذر سب کے سات برابر رہا۔

۱- حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔

۲- شفاء عیاض میں منقول ہے کہ جنگ اُحد میں کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید کردیئے، آپ کے سر میں بھی زخم آیا، آپ ایک غار میں بھی گر گئے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمایئے، آپ نے فرمایا: میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا، خدا مجھے اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے بھیجا ہے۔

۳- بخاری شریف میں روایت ہے کہ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے، وہاں کے باشندوں نے آپ پر کیچڑ پھینکی، فقرے کسے، اتنے پتھر مارے کہ آپ لہولہان ہوکر بے ہوش ہوگئے پھر بھی آپ یہی فرماتے رہے: میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا، کیونکہ یہ ایمان نہ لاتے تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہوجائے۔

ظلم سے پناہ:

یہ حال تھا رحمۃ للعالمین کے صبر وشکر اور عفوو درگذر کا، اسی کے تناظر میں یہ دیکھا جاسکتا ہے

کہ یہ ذات بابرکت ظلم سے کس قدر دور ہوگی، مزید برآں آپ ہمیشہ ظلم سے پناہ مانگتے رہے:

أعوذ بك من أن أظلِم أو أظلَم .

یہ دعا تو آپ کے معمولات میں شامل تھی، لیکن رحمت کے پرتو کی یہ جھلک بھی قابل دید ہے کہ آپ ﷺ نے احتمال بشریت اللہ تعالیٰ سے عہد لے لیا، اگر بالفرض کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو اس کے حق میں قربت اور نعمت کا ذریعہ بنادے۔

اللّٰهم إنی أتخذ عندك عهدًا لن تخلفنيه فإنا أنا بشرٌ، فأيّما مومن أذيتُه أو شتمتُه أو جلدتُه أو لعنتُه فاجعلها له صلوة وزكوة، وقربة تقرّبه بها إليك.

تاریخ شاہد ہے کہ آپ کی زندگی بے گرد وغبار تھی، نہ بعثت سے قبل کوئی متہم کرسکا، اور نہ ہی منصب نبوت پانے کے بعد کوئی عیب نکال سکا، آپ نے کبھی ظلم کو پسند نہیں کیا، متعصبینِ اسلام کوئی ایسا واقعہ پیش کرنے سے عاجز رہیں گے کہ جس میں آپ کی جانب سے ظلم وزیادتی کا شبہ ہوتا ہو، البتہ تاریخ نے اس واقعہ کو جگہ دینے پر فخر محسوس کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مجمع عام میں یہ اعلان فرمایا کہ: جس کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ لے لے، میں نے کسی کو گالی دی ہو تو وہ گالی دے سکتا ہے، ظلم کیا ہو تو بدلہ لے سکتا ہے۔ مجمع عام سے کوئی آواز تک بلند نہیں ہوسکی، سوائے ایک صحابی کے جنھوں نے حیلہ اختیار کرکے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو بوسہ دیا۔

ناگہانی وفات سے پناہ:

آپ ﷺ نے اپنی مسنون دعاؤں میں ناگہانی وفات سے پناہ مانگی ہے: اللّٰهم إنی أعوذبك من التردّی ومن الغرق والحرق، وأن يتخبطني الشيطان عند الموت، ومن أن أموتَ فی سبيلك مُدبرًا وأن أموت لديغا.

چنانچہ سیرت کی کتب میں واقعۂ ہجرت مشہور ہے، اللہ تعالیٰ نے غار کے اندر زہریلے اژدہے سے محفوظ رکھا تھا۔

حسن خاتمہ کی دعا:

آپ ﷺ نے حسن خاتمہ کے لئے بھی دعائیں کی ہیں۔

اللّٰهم احيني مسلما وأمتنی مسلما.

سیر واحادیث کی کتابوں میں متعدد الفاظ کے ساتھ آپ کی حسن خاتمہ کی دعائیں مذکور ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ان دعاؤں کے تناظر میں آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے واقعے کو بھی دیکھ لیا جائے:

۲۹/صفر بروز دوشنبہ تھا، آپ ایک جنازے سے واپس تشریف لارہے تھے، راستہ ہی میں دردسر شروع ہوگیا، اس کی کیفیت یہ تھی کہ ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال آپ نے سر مبارک پر باندھ رکھی تھی میں نے اسے ہاتھ لگایا تو سینک آتا تھا۔

آپ کی بیماری کی مدت ۱۳ یا ۱۴ دن ہوتی ہے، بیماری کی حالت میں ۱۱/ یوم تک مسجد میں خود آکر نماز پڑھاتے تھے، آپ آخری ہفتہ اپنی زندگی کا حضرت عائشہؓ کے گھر گذارا، جب نزع کی کیفیت طاری ہوئی اس وقت سرور کائنات کو عائشہؓ سہارا دیتی تھیں، پانی کا پیالہ آپ کے سرہانے رکھا ہوا تھا، آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے، چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا، زبانِ مبارک سے یہ فرماتے تھے: لا إله إلا الله، ان للموت سکرات.

اتنے میں عبدالرحمٰن بن أبی بکرؓ آئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، آپ نے اس پر نظر ڈالی، تو صدیقہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک کو نرم کیا، چنانچہ آپ نے مسواک فرمائی اور ہاتھ بلند کیا اور زبان قدسی سے فرمایا:

اللّٰھم الرفیق الأعلی.

اس وقت ہاتھ گر گئے اور پتلی اوپر کو اٹھ گئی، ۱۲/ ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا، اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال ۴/ دن تھی۔

إنا للّٰهِ وإنا إليه راجعون. أفإن مت فهم الخالدون

یہ آپ کی مختصر سی سیرتِ مبارکہ تھی دعاؤں کی روشنی میں، سیرت کے ہر پہلو کی طرح یہ پہلو بھی بہت وسیع ہے، ہم دعوی کر سکتے ہیں کہ جس طرح ہر پہلو تشنہ ہے اس پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ناکافی ہے، یہی حال اس پہلو کا ہے، مزید برآں میری کیا حیثیت۔ صرف کوشش ہے کہ نام بھی میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ نگاروں میں آجائے۔

❁ ❁ ❁